اسلامی تہذیب وثقافت کا دعوت و تبلیغ میں کردار: ایک تجزیاتی و تاریخی مطالعہ

The Role of Islamic Civilization and Culture in Da'wah and Preaching of Islam: An Analytical and Historical Study

Sadaf Parween
PhD Research Scholar,
Department of Islamic Studies and Religious Affairs,
University of Malakand
Email: Sadafshfaq@gmail.com
Dr. Badshah Rehman (Corresponding Author)
Associate Professor,
Department of Islamic Studies and Religious Affairs,
University of Malakand
Email: badshahrehman@uom.edu.pk

Abstract
Like every other task, the propagation of Islam has always utilized all possible means, following the example of the Prophet Muhammad (ﷺ) and the righteous predecessors of the Ummah. When we examine the Makkan period of the Prophet's blessed life, we find that he engaged in both secret and open preaching. He used the prevailing means of communication in his society to fulfill this sacred duty. At times, he invited people to Allah through eloquent speeches, while at other times, his unmatched linguistic mastery affirmed the divine nature of his message. He raised the call of truth in markets, trade fairs, and gatherings. He undertook long journeys for the sake of propagation and even migrated to strengthen and spread this divine message." **"Even in this era, it is essential to continue the mission of da'wah and preaching by utilizing both the traditional methods of our predecessors and all modern, permissible means. Today, the field is wide open for Muslims to spread the message of truth, and every member of this Ummah can actively participate in this noble religious duty using the available resources. Many Muslims are already engaged in this effort through innovative methods, but true success lies in undertaking this responsibility with deep thought, seriousness, and a strong sense of accountability. Islam is a complete way of life, whose teachings and civilization have left a profound impact on the world. The foundation of its cultural vision was based on the belief that this world is temporary and deceptive, whereas true success lies in achieving the pleasure of the Lord and securing a place in His eternal paradise. A nation with such a belief could never indulge in oppression, injustice, misconduct, or social evils.

Furthermore, the way the Prophet Muhammad (ﷺ) established an Islamic society during his lifetime and nurtured a committed group of companions (رضي الله عنهم) laid the foundation for Islamic social structures, governance, economy, and civilization for centuries to come.

Keywords: Aslaf, Da'wah, Makkah, Ummah, Sahaba, Islamic Civilization and Culture

دین اسلام کی تبلیغ ہمیشہ ہر ممکن ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے کی گئی ہے، اور یہی طریقہ رسول اللہ ﷺ اور اسلافِ امت کا رہا ہے۔ اگر ہم سیرتِ نبوی ﷺ کے مکی دور پر نظر ڈالیں، تو ہمیں واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت و تبلیغ کے لیے مختلف حکمتِ عملی اپنائی، کبھی خفیہ طور پر اور کبھی علانیہ۔ آپ ﷺ نے اس وقت کے رائج ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے اللہ کے پیغام کو عام کیا۔ کبھی خطابات کے ذریعے لوگوں کو رب کی طرف بلایا، تو کبھی اپنی فصاحت و بلاغت سے پیغامِ حق کے خدائی ہونے پر مہرِ تصدیق ثبت کی۔ بازاروں، منڈیوں اور میلوں میں کلمۂ حق بلند کیا اور تبلیغ کے لیے دور دراز کے سفر کیے تاکہ دعوت کو مزید استحکام حاصل ہو۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر آپ ﷺ نے ہجرت بھی فرمائی۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حالات میں ایک بڑی تبدیلی رونما ہوئی۔ مہاجرین کو ایک پرامن ماحول ملا، جبکہ انصار کی تعلیم و تربیت ضروری تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں مساجد کی تعمیر کروائی، غیر مسلموں کو اسلام کے قریب کرنے کے لیے سیاسی معاہدات کیے، اور دور دراز کے حکمرانوں کو دعوتی خطوط ارسال کیے۔ دین کی تبلیغ کو مزید مؤثر بنانے کے لیے جہاد کیا اور مختلف قبائل کے وفود کو مسجدِ نبوی میں ٹھہرا کر اسلامی تعلیمات سکھائیں۔ نومسلموں کی دلجوئی اور ان کے جذبات کا لحاظ رکھا، تاکہ وہ دین میں مضبوطی اختیار کریں۔ الغرض، تبلیغِ دین کے لیے ہر ممکن طریقہ اپنایا۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد امت کے اسلاف نے بھی دین کی اشاعت کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ مساجد، مدارس، خانقاہیں، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، کتب خانوں کا قیام اور رفاہی مراکز کے ذریعے دین کی نشرواشاعت کی گئی۔ ان کے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار نے غیر مسلموں کو اسلام کے قریب کیا۔ مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت نے لاکھوں لوگوں کو راہِ حق کی طرف مائل کیا۔

آج کے دور میں بھی تبلیغ کے لیے قدیم و جدید تمام جائز ذرائع کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ آج بھی مسلمانوں کے لیے دین کی دعوت کو عام کرنے کے دروازے کھلے ہیں، اور ہر شخص اپنے میسر وسائل کے مطابق

اس عظیم دینی فریضے میں حصہ ڈال سکتا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی اور میڈیا کے ذریعے بھی اسلام کی دعوت دی جا سکتی ہے، لیکن اس کام میں خلوص، سنجیدگی اور احساسِ ذمے داری کا ہونا ضروری ہے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جس نے اپنی تعلیمات اور تہذیب کے ذریعے دنیا کو ایک نیا رخ دیا۔ اس کا نظریہ حیات یہ ہے کہ دنیا فانی ہے، جبکہ اصل کامیابی آخرت میں اپنے رب کے حضور سرخرو ہو کر جنت میں داخل ہونا ہے۔ جب کسی قوم کا یہ عقیدہ ہو، تو وہ ظلم، حق تلفی، بدسلوکی اور سماجی برائیوں میں کیسے مبتلا ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم فرمایا، جس میں صحابہ کرامؓ کی بابرکت جماعت تیار ہوئی۔ اس جماعت نے اسلامی معاشرے، سیاست، معیشت، اور تہذیب و ثقافت کی مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔ مولانا اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں۔

وصالِ نبوی کے بعد خلافتِ راشدہ میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا، تو نئے علاقوں میں صحابہ کرامؓ نے اقامت اختیار کی اور امارت، قضا، جہاد اور تعلیم و تبلیغ کے فرائض انجام دیے۔[1]

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے قائم کردہ اسلامی معاشرے کی نمایاں خصوصیات میں سب سے اہم خوفِ خدا تھا، جو خیر و برکت کا سرچشمہ تھا اور ہر طرح کی برائیوں کو روکتا تھا۔ اس میں اعتدال و توازن پایا جاتا تھا، چاہے وہ عقائد و نظریات ہوں یا روزمرہ کے معاملات۔ ہر چیز میں ایک متوازن اور منظم طرزِ عمل تھا، جو اسلامی زندگی کو دیگر تہذیبوں سے ممتاز بناتا تھا۔ آج بھی اگر اسی توازن کو برقرار رکھا جائے تو اسلام کی دعوت کو مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔

یہ ایک ایسا معاشرہ تھا جس میں فکری بلندی اور شعوری بالیدگی نمایاں تھی۔ افراد کی زندگی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا تھا، جس کی بدولت ان کی توجہ بے مقصد سرگرمیوں اور کم تر معاملات کی طرف نہیں جاتی تھی۔ اس سماج میں انسانی قدروں کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، اور کسی بھی شخص کے رنگ، نسل، زبان یا علاقے کی بنیاد پر اس کے حقوق سلب نہیں کیے جاتے تھے، نہ ہی منصب عطا کرنے میں کسی کو نظر انداز کیا جاتا تھا۔ مساوات اس سماج کی اساس تھی، اور قانون کی نظر میں سب برابر تھے۔ سماجی ترقی کے دروازے سب کے لیے یکساں طور پر کھلے تھے، اور ہر فرد کو آزادانہ نقل و حرکت اور اظہارِ رائے کا حق حاصل تھا۔ غیر مسلموں کو بھی اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی۔

ان خوبیوں کی بدولت یہ معاشرہ امن، طہارت، وقار اور متانت کا گہوارہ تھا۔ اجتماعیت اور نظم و ضبط کا ایسا اعلیٰ نمونہ تھا کہ دیگر اقوام اس کے اثرات سے بچ نہ پاتی تھیں۔ جب دوسری سلطنتوں کے لوگ اسلامی ریاست میں

داخل ہوتے، تو اس کی انسان دوست تہذیب اور خدا ترس سماجی اقدار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ اسلامی ثقافت کی تابناکی اور شائستگی انہیں حیران کر دیتی، اور وہ مسلمانوں کو دنیا کی مہذب ترین قوم تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ نتیجتاً، وہ اسلام کی آغوش میں آکر اپنی فکری اور اخلاقی تربیت کا سامان کرتے اور اپنے معاشروں میں جا کر اس پیغام کو عام کرنے کی کوشش کرتے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی محنت سے پروان چڑھنے والا یہ باغ پھلتا پھولتا رہا، اسلام پھیلتا گیا اور اس کے لیے رجالِ کار مہیا ہوتے رہے۔ عبد المجید خان اس تمہیدی تصور کو یوں سمیٹتے ہیں:

> "اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری مقبول دین ہے جو انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔ یہ دین اپنے ماننے والوں کو نہ صرف ایک نظریہ عطا کرتا ہے بلکہ ان کے فکری دھارے کو بھی اسی عقیدے کی روشنی میں ڈھالتا ہے۔ اسلام فکر سازی کے ساتھ ساتھ انسان سازی بھی کرتا ہے۔ آخری نبی ﷺ کی بعثت نے دنیا کو یہ حیران کن پیغام دیا کہ نہ صرف توحید پر مبنی افکار متعارف کروائے گئے بلکہ ایسے صالح اور مدبر افراد پیدا کیے گئے، جنہوں نے اسلامی تہذیب و تمدن کو ایک سچے اور پر اثر معاشرتی نظام کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔[2]

دعوت و تبلیغ میں مسجد کا کردار

اسلامی تاریخ میں ہمیشہ مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں یہ صرف عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ ایک تعلیمی مرکز، مشاورتی مجلس، عدالت اور انتظامی امور کا مرکز بھی تھی۔ مسلمان یہاں آکر دینی، سماجی اور حکومتی معاملات پر رہنمائی حاصل کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے خلفائے راشدینؓ کے دور میں جب اسلامی فتوحات حاصل کیں تو زیرِ نگیں علاقوں میں مساجد قائم کیں، جن کا بنیادی مقصد دینی تعلیم اور اسلامی دعوت کا فروغ تھا۔ مثلاً، معاذ بن جبلؓ نے جند شہر میں، حضرت عمر فاروقؓ نے بصریٰ میں، عتبہ بن غزوانؓ نے بصرہ میں، سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ میں، اور عمرو بن العاصؓ نے فسطاط میں جامع مساجد تعمیر کرائیں۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں قبرص اور قیروان میں عقبہ بن نافعؓ نے اور بصرہ میں عبد الرحمٰن بن سمرہؓ نے مساجد بنوائیں۔

اسلامی تعلیم اور مدارس کی اہمیت

جس طرح مساجد دعوتِ دین کے مراکز تھیں، اسی طرح مدارس بھی اسلامی ثقافت کا ایک مضبوط جزو تھے۔ ان میں جاری تعلیمی سرگرمیوں نے اسلام کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس کا آغاز مکہ مکرمہ میں دارِ ارقم سے ہوا اور پھر مسجد نبوی میں اصحابِ صفہؓ کے ذریعے یہ عمل منظم ہوا، جہاں صحابہ کرامؓ نے براہِ راست رسول

اللہ ﷺ سے دین سیکھا اور اسے آگے پھیلایا۔ خلفائے راشدینؓ کے دور میں بھی تعلیم و تعلم کو بھرپور فروغ ملا۔ خاص طور پر حضرت عمرؓ نے مفتوحہ علاقوں میں قرآن کی تعلیم کے لیے باقاعدہ مکاتب قائم کیے اور معلمین مقرر کیے۔

مسلمانوں نے جب سندھ اور ہندوستان میں اسلام کا پرچم بلند کیا تو فوجی مہمات کے ساتھ ساتھ تعلیمی نظام کے قیام پر بھی بھرپور توجہ دی، تاکہ دینِ حق کی روشنی مقامی مسلمانوں تک پہنچے اور وہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے سکیں۔ محمد بن قاسم نے دیبل میں ایک فوجی چھاؤنی کے ساتھ جامع مسجد تعمیر کرائی، جہاں نہ صرف عبادت کا انتظام تھا بلکہ بچوں کی تعلیم کا بھی بندوبست تھا۔ یہ ہندوستان میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی درس گاہ تھی۔ بعد ازاں، بنو امیہ اور بنو عباس کے ادوار میں دیبل ایک علمی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا، جہاں سے جید علمائے کرام پیدا ہوئے۔ سندھ کے دوسرے بڑے شہر منصورہ کو بھی علمی اور دینی ترقی میں بلند مقام حاصل رہا، اور یہاں کی مساجد دارالعلوم کے طور پر کام کرتی تھیں۔ اسی شہر میں 270 ہجری میں پہلی مرتبہ قرآن کا غیر عربی (سندھی) ترجمہ اور تفسیر لکھی گئی۔[3] سلطان محمود غزنوی کے دور میں لاہور کو اسلامی علوم و فنون کا مرکز بنایا گیا، جب کہ قطب الدین ایبک کے زمانے میں بختیار خلجی نے بنگال میں تعلیم کے فروغ کے لیے مدارس قائم کیے۔

اسلامی تعلیم کی وسیع تر رسائی

مسلمانوں کے عہد میں قائم ہونے والے مدارس اور علمی مراکز کی تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی حکومتوں نے اپنے شہریوں کو نہ صرف دیگر بنیادی حقوق فراہم کیے بلکہ تعلیمی اور ثقافتی مواقع بھی مساوی طور پر دیے۔ ان اداروں میں کسی امتیاز کے بغیر سب کو علم کے زیور سے آراستہ ہونے کا حق حاصل تھا، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد ان علمی مراکز سے مستفید ہوئی اور بالآخر اسلام کے قریب آ گئی۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ میں ان علمی خدمات کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہی وہ بنیاد تھی جس نے اسلامی تہذیب کو بامِ عروج تک پہنچایا اور اسے دنیا کی ایک ممتاز اور باوقار ثقافت کے طور پر متعارف کرایا۔[4]

فروغِ دین بذریعہ تصنیف و تالیف

رسول اللہ ﷺ نے جزیرۂ عرب میں امن و استحکام کے بعد دینِ حق کی دعوت کو بیرونی دنیا تک پہنچانے کے لیے خطوط کا سہارا لیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تبلیغ میں کتابت اور تحریر کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ چودہ صدیوں کے دوران مسلمان علماء و مفکرین نے محض زبانی دعوت پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ بڑے پیمانے پر تصنیف و تالیف کے ذریعے اسلام کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ آج بھی مسلمانوں کے پاس جو عظیم

علمی ورثہ موجود ہے، وہ کسی بھی قوم کے پاس نہیں، جس میں دین کے علاوہ سائنس، سیاست، سماجیات اور معاشیات جیسے اہم موضوعات پر گرانقدر کتب شامل ہیں۔ یہ علمی سرمایہ اسلام کی تبلیغ میں نہایت مؤثر ثابت ہوا، کیونکہ غیر مسلم جب ان کتابوں کی جستجو میں مسلمانوں کے درمیان آتے، تو انہیں اسلامی سماج اور دینِ برحق کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملتا۔[5]

تصنیف و تالیف کی ابتدا اور تدوینِ حدیث

مسلمانوں میں باضابطہ تصنیف و تالیف کا آغاز رسول اللہ ﷺ کے وصال کے تقریباً ایک صدی بعد ہوا۔ اس تاخیر کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ہدایت دی تھی کہ وہ قرآن کی آیات کے ساتھ احادیث نہ لکھیں، تاکہ دونوں میں خلط ملط نہ ہو۔ تاہم، جب عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں جلیل القدر محدثین دنیا سے رخصت ہونے لگے، تو انہوں نے احادیثِ نبویہ کو ضبطِ تحریر میں لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس حکم کے نتیجے میں احادیث کی باقاعدہ تدوین عمل میں آئی اور حدیث کے مجموعے تمام مسلم علاقوں میں بھیجے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کے تراجم بھی کروائے گئے، تاکہ مسلمانوں کو علمی برتری حاصل ہو۔[6]

علمی ورثے کا فروغ اور ترجمے کی تحریک

احادیث کی تدوین اور علوم کے تراجم کے بعد مسلم علماء نے تصنیف و تالیف کی ایسی شاندار روایت قائم کی کہ دنیا حیران رہ گئی۔ مسلمان محققین نے قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، فلسفہ، منطق، طب، فلکیات، ریاضیات، اور دیگر سیکڑوں دینی و دنیاوی علوم پر بیش بہا کتابیں تحریر کیں۔ مسلمانوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں میں علم کے چراغ روشن کیے اور ترجمہ نگاری پر خصوصی توجہ دی۔ مترجمین کی محنت کو سراہنے کے لیے حکومتوں نے انہیں بیت المال سے وافر رقوم فراہم کیں، تاکہ وہ علمی کام پوری یکسوئی کے ساتھ انجام دے سکیں۔[7]

الحاج محمد زبیر اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مسلمانوں نے عربی زبان کو اتنا علمی و فکری سرمایہ عطا کیا کہ بقول موسیو لیبان یورپ کی یونیورسٹیاں چھ سو سال تک عربی کتابوں کے تراجم پر انحصار کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ پندرہویں صدی تک کوئی بھی مستند مصنف ایسا نہ تھا، جس نے عربی علمی ذخیرے سے استفادہ نہ کیا ہو۔[8]

کتابوں کے ذریعے دعوتِ دین کی وسعت

تحریری مواد کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعے دین کی دعوت ہر قسم کی جغرافیائی اور زمانی حدود سے آزاد ہو جاتی ہے۔ کوئی عالم جب کسی مقام پر کوئی کتاب تحریر کرتا ہے، تو وہ کتاب دنیا کے ہر گوشے

میں پہنچ کر اس کا پیغام پھیلاتی ہے۔ یہ برتری زبانی تبلیغ اور درس و تدریس کو حاصل نہیں، کیونکہ ان میں مخاطب کا جسمانی طور پر موجود ہونا ضروری ہوتا ہے۔ مزید برآں، کتاب زبان کی بندشوں کو بھی ختم کر دیتی ہے، کیونکہ کسی ایک زبان میں لکھی گئی کتاب دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو کر دنیا کے مختلف خطوں میں پھیل جاتی ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے ہر دور میں تصنیف و تالیف کو دین کی تبلیغ کا مؤثر ذریعہ بنایا، تاکہ اسلامی تعلیمات دنیا بھر تک پہنچیں اور غیر مسلموں کو بلادِ اسلامیہ کے علمی سفر پر مائل کیا جا سکے۔

ہندوستان بھی اس علمی روایت میں پیچھے نہ رہا۔

پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی لکھتے ہیں:

> "بہت سے علمائے کرام نے اسلامی علوم پر قلم اٹھایا اور عربی و فارسی دونوں زبانوں میں تصانیف مرتب کیں۔ انہوں نے نہ صرف تفاسیر، احادیث اور فقہ کی مشہور کتب پر شروح و حواشی تحریر کیے، بلکہ نئے علمی موضوعات پر بھی طبع زاد کتب تصنیف کیں، جو اپنے عہد میں بے حد مقبول ہوئیں اور آج تک علمی دنیا میں ان سے استفادہ جاری ہے۔[9]

کتب خانوں کے ذریعے اسلامی علوم کی اشاعت

اسلام کی اشاعت و ترویج میں کتب خانوں کا بھی بنیادی کردار رہا ہے۔ جب مسلمانوں کے درمیان تصنیف و تالیف اور ترجمے کے عمل نے وسعت اختیار کی، تو اس کے نتیجے میں علمی ذخیرہ تیزی سے بڑھنے لگا۔ اس علمی سرمائے کو منظم رکھنے کے لیے وسیع کتب خانے قائم کیے گئے، جو جلد ہی اسلامی معاشرے کا ایک لازمی حصہ بن گئے۔ ان کتب خانوں کی تعداد اور وسعت اتنی حیران کن تھی کہ دنیا میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

الحاج محمد زبیر قرونِ وسطیٰ کے اسلامی معاشرے میں کتب خانوں کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مسلمانوں کی علمی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ وہ کتابوں سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ اسلامی دنیا میں ہر جگہ مطالعہ، تحقیق، تصنیف و تالیف اور کتابت کا شوق عروج پر تھا۔ علم کی اشاعت قومی شعار بن چکی تھی، اور ہر شخص کتابیں جمع کرنے کے جنون میں مبتلا تھا۔[10]

اسی علمی محبت کے نتیجے میں دنیا کے عظیم ترین کتب خانے معرضِ وجود میں آئے، مثلاً:

بیت الحکمت، بغداد 10: لاکھ کتابیں، **خزائن القصور، قاہرہ** 14: لاکھ کتابیں، **حکم ثانی کا کتب خانہ، قرطبہ** 4: لاکھ کتابیں، **طرابلس کا کتب خانہ** 30: لاکھ کتابیں، **مراغہ کا کتب خانہ** 4: لاکھ کتابیں

یہ وہ سرکاری کتب خانے تھے، جو ریاستی سطح پر قائم کیے گئے۔ ان کے علاوہ بے شمار نجی، تعلیمی، خانقاہی اور فلاحی کتب خانے بھی ہر شہر، قصبے اور بستی میں موجود تھے۔ ان کتب خانوں میں ہر طرح کے علوم پر مشتمل کتابیں موجود تھیں، تاہم سب سے زیادہ تعداد دینی کتب کی تھی، کیونکہ ان کا بنیادی مقصد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو محفوظ کر کے آئندہ نسلوں تک منتقل کرنا تھا۔[11]

مولانا عبد الحلیم چشتی اس مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلام علم اور حق و صداقت کے فروغ پر بہت زور دیتا ہے اور اسے بہترین عمل قرار دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'جس نے میری بات سنی، اسے یاد رکھا اور جس طرح سنا اسی طرح اسے آگے پہنچایا، اللہ اس کے چہرے کو روشن رکھے۔' اسی حکم پر عمل کے جذبے نے مسلمانوں کو علوم و فنون کے تحفظ، تدوین اور اشاعت پر آمادہ کیا۔ نتیجتاً، اسلامی دنیا میں بے شمار کتب خانے وجود میں آئے، جہاں علوم کو قلمبند کرنے اور انہیں عام کرنے کا عمل مسلسل جاری رہا۔[12]

نتیجہ: اسلامی دعوت و تبلیغ میں تصنیف و تالیف کی غیر معمولی اہمیت رہی ہے۔ علمائے اسلام نے تحریر و ترجمے کو دین کے فروغ کا ذریعہ بنایا، جس کے نتیجے میں اسلامی علوم کا بیش بہا خزانہ وجود میں آیا۔ کتب خانوں کے قیام اور علمی مراکز کی تشکیل نے اسلام کے پیغام کو ہر دور اور ہر علاقے تک پہنچایا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب آج بھی علمی دنیا میں ایک نمایاں اور تابناک حیثیت رکھتی ہے۔

مراکزِ رفاہ عام کے ذریعے دین کی اشاعت

کسی بھی ترقی پذیر اور زندہ قوم کی سب سے بڑی پہچان اس کی انسان دوستی اور دوسروں کی فلاح و بہبود کا جذبہ ہوتا ہے۔ جب کوئی قوم اپنی ترقی کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھلائی کی بھی فکر کرے، تو وہ تاریخ کے صفحات میں ہی نہیں، بلکہ اپنے دورِ عروج میں بھی نمایاں حیثیت حاصل کر لیتی ہے۔ ایسی اقوام دوسروں کے لیے نمونہ بن جاتی ہیں اور لوگ ان کے طرزِ عمل کو اپنانا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں نے بھی اسی اصول کو اپنایا اور مادی ترقی کے میدان میں دیگر اقوام کو اپنے ساتھ شریک کیا۔ انہوں نے پسے ہوئے اور کمزور طبقات کی امداد کی، جس کے نتیجے میں بے شمار غیر مسلم اسلام کی طرف مائل ہوئے اور اسی ذریعہ سے دین کو فروغ حاصل ہوا۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی اس حوالے سے لکھتے ہیں: "ہم نے فلاحی ادارے بھلائی، سماجی کفالت اور عوامی بہبود کی بنیاد پر قائم کیے، جو آج بھی مغربی اقوام کی رسائی سے باہر ہیں۔ ایسے اسباب جنہیں جان کر آج بھی انسان حیران رہ جاتا ہے اور اسے اندازہ ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ میں انسان دوستی کا تصور دیگر اقوام سے زیادہ جامع، شفاف اور وسیع ہے۔"

مسلمانوں نے جو فلاحی ادارے قائم کیے، ان میں مساجد، مدارس، خانقاہیں، شفا خانے، سرائے، لنگر خانے، سبیلیں، کنویں، بستیاں، مکانات، سڑکیں، پل، نہریں، تالاب، قلعے، چوکیاں، عدالتیں، پولیس کے محکمے اور ڈاک خانے شامل تھے۔ ان اداروں سے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی مستفید ہوتے رہے اور وہ مسلمانوں کی خدمتِ خلق اور انسانیت نوازی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔[13] یہ ماضی میں اشاعتِ دین اور اس کے مختلف ذرائع کا ایک اجمالی خاکہ تھا۔ بظاہر تاریخِ اسلام پر لکھی گئی کتب سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان زیادہ تر عسکری فتوحات میں مصروف رہے، لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے۔ مسلمان مؤرخین نے زیادہ تر امت کی سیاسی تاریخ پر توجہ مرکوز رکھی، جبکہ علمی، ثقافتی اور فلاحی سرگرمیوں کو وہ اہمیت نہ مل سکی جس کے وہ مستحق تھے۔ تاہم مذکورہ حوالہ جات اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے جنگی میدانوں کے ساتھ ساتھ علم، تہذیب اور انسانیت کی خدمت میں بھی گراں قدر کردار ادا کیا، اور انہی ذرائع کے ذریعے دیگر اقوام کے دل جیتے۔

حواشی

1- Mubarakpuri, Maulana Qazi Athar, Khairul-Quron Ki Darsgahain Aur Unka Nizam-e-Taleem o Tarbiyat, Idara Islamiat, Lahore, Year of Printing Not Mentioned, p. 110

2 - Khan, Abdul Majeed, Ummat-e-Muslima Ki Tehziibi o Siyasi Pesh Qadmi, Tehziib o Siyasat Ki Tameer Mein Islam Ka Kirdar, Included in: Maqalat-e-Seminar, Idara Tuhqiqat o Tasnif Islami, Aligarh, 2015, p. 98

3 - Nadwi, Shah Moeenuddin Ahmad, Tareekh-e-Islam, Vol. 2, Maktabah Islamiyyah, Lahore, 2013, p. 362

4 - Tareekh-e-Islam (Nadwi), Vol. 1, Mentioned Above, p. 187

5 - Dilli Ke Qadeem Madaris o Mudarris, Mentioned Above, p. 46

6 - Tareekh-e-Islam (Nadwi), Vol. 2, Mentioned Above, pp. 515-516

7 - Sharqawi, Mahmood Ali, Al-Islam Wa Atharahu Fi al-Thaqafah al-Islamiyyah (Urdu Translation: Aalamii Tehziib o Thaqafat par Islam ke Asraat), Alam, Suhaib, Wasaqib, Najm al-Sahar, Maktabah Qasim al-Uloom, Lahore, Year of Printing Not Mentioned, p. 43

8 - Zubair, Al-Haj Muhammad, Islami Kutub Khane, Nadwat al-Musannifeen, Delhi, Year of Printing Not Mentioned, p. 28

9 - Islahi, Professor Zafar al-Islam, Islami Uloom Ka Irtiqa Ahd-e-Sultanat Ke Hindustan Mein, Islamic Book Foundation, New Delhi, 2012, p. 6

10 - Islami Kutub Khane, Mentioned Above, p. 22

11 - Izaan, pp. 34-35

12 - Islami Tehziib Ke Chand Darakhshan Pehlu, Mentioned Above, pp. 188-189

13 - Islami Tehziib Ke Chand Darakhshan Pehlu, Mentioned Above, pp. 188-189